© rasailojaraid.com

# پختونولی کے تناظر میں عورت کا مقام اور کردار: ایک تاریخی اور تنقیدی جائزہ

**ڈاکٹر حمایت اللہ یعقوبی***

**صدف احمد****

**Abstract**

*Pakhtunwali is the code of conduct of the Pakhtuns. It evolved through centuries and is regarded an unwritten constitution through which the Pakhtuns govern individual, tribal and collective lives. Some of the elements in Pakhtunwali are very much sensitive for example Zan (women), Zar (gold or wealth) and Zameen (Property). It includes many other elements for example Melmastia (Hospitality), nang (Honour), Badal (Revenge), Ashar (collective help in the time of need) and many more. The element of Jirga is also a fundamental aspect of Pakhtunwali. However, the concept of Pakhtunwali is largely related with the dominance of men in the Pakhtuns social structure. It is a man-made informal but socially entranched constitution with little role for womenfolk. The code has given unprecedented power and authority to the male in society. Therefore, many authors perceived it as a gender-biased social order with little opportunity for female to order their lives and to contribute positively in the Pakhtuns social development. The article deals the exclusion of*

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

** گریجویٹ طالبہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



*women from social life from historical and analytical angles. The topic is important to understand that why this trend penetrated into the psyche and body politic of the Pakhtuns. It recommends some suggestions for the reformation of Pakhtunwali on broader level to give an extended role to the Pakhtun women. In this age of technological advancement and wider social space the need is to provide a greater role to the womenfolk. The article looks into these issues to properly analyze it holistically and objectively. At the end some solutions and suggestions are given for a proper and healthy social transformation for the inclusion of womenfolk into the Pakhtuns social fabric.*

## تلخیص

بقول اقبال ’’وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ‘‘ عورت کی ذات ایک صحتمند معاشرے کی خوبصورتی ہے۔ زیر نظر مضمون میں پختون ولی کے تناظر میں عورت کے مقام اور کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پختون ولی کو اگر ہم باریک بینی سے دیکھنے کی کوشش کریں تو ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مردوں کا بنایا ہوا ایک ضابطہ حیات ہے جو سماجی روایات اور کچھ مذہبی اصولوں اور قوانین کا مجموعہ ہے۔لیکن جہاں جہاں پر سماجی روایات اور مذہب کا ٹکراؤ آ جاتا ہے تو مذہب کو ہم پیچھے کی طرف دھکیل لیتے ہیں اور سماجی روایات پر عمل کرتے ہیں اسی طرزِ حیات میں عورت کا مقام اور کردار کیا ہے یہ موضوع اس مضمون کا مقصد اور مدعا ہے۔عورت کی ذات کے بارے میں مجموعی سماجی رِوئیں، سورہ اور اسلامی نقطہ نگاہ میں عورت کے حقوق اور فرائض پر بحث کی گئی ہے۔

## تاریخ اورعورت

اگر تاریخ پر گہری نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ عورت نے ہر سماج اور تہذیب میں قابل قدر اور مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ ہمیں ایسی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں جس میں کئ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نامور خواتین نے تاریخی تغیر کو نیا موڑ دے کر اپنی لا زوال محنت اور قربانی کو امر کیا۔ لیکن پھر ایک دور ایسا بھی آیا جس میں عورت کا مقام ایک جنس کی مانند ہو گیا اور عورت کسی نہ کسی شکل میں غلام اور جنس کی حیثیت اختیار کر گیا۔ سرمایہ دارانہ نظام سے پہلے اور موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی عورت کے کردار اور مقام پر ایک ضرب لگا کر یہ یقین دہانی کرائی جاتی ہے کہ عورت کا مقام تو روزِ اول سے ایسے ہی ہے جو کہ موجودہ حالات میں جس طرح کی ہے اور بہت سارے لوگ عورت کے کردار اور مقام میں تبدیلی اور گنجائش کو مغرب کی بے مہار آزادی سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ جو کہ بذاتِ خود ایک دقیانوسی سوچ کی عکاسی کرتی ہے۔

لیکن اس پسماندہ سوچ کے ساتھ کچھ تاریخی حقائق بھی ہیں۔ تاریخ میں ایک وقت میں یعنی قدیم اشتراکیت میں عورت کا کردار اورحیثیت مرد سے کم نہیں تھا اور سماجی ترقی اور انسانی اقدار میں مرد جتنا کردار ادا کر رہا ہے بالکل عورت بھی اتنی ہی اس عمل کو آگے لے جانے کی ذمہ دار تھی۔ اگر تاریخ کو بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں آسانی سے معلوم ہو گا کہ ابتدائی اشتراکی دور میں عورت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ لوگ ان کی عظمت، عقیدت اور فضیلت کے گن گاتے تھے۔ دنیا کے سبھی علاقوں میں لوگ عقیدت اور عقیدے کی حد تک عورت سے پیار کرتے تھے اور وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ دنیا میں صرف دوسرے عظیم چیزیں ہیں۔ پہلی عورت کی ہستی اور دوسری زمین، یعنی عورت مخلوق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے جبکہ زمین اسی مخلوق کیلئے وسیلہ رزق ہے۔ اس دور میں عورت گھر کے سرابراہ کی حیثیت سے ایک طاقتور کردار نبھا رہی تھی۔ اس فیصلہ کن کردار کی وجہ سے عورت نے نت نئے تجربات کے ذریعے طب اور زراعت کی بنیاد رکھی۔ اسی دور میں عورت کسی بھی طور مرد سے کسی بھی میدان میں پیچھے بالکل نہیں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آگ کی ایجاد، برتنوں اور ضروریات زندگی کی بہت سی اشیاء کی ایجاد عورت کے ہاتھ سے ہوئی ہیں۔

اشتراکی دور کے زوال کے وقت عورت نے اپنا بلند مقام کھونا شروع کیا۔ غیرت کے نام پر مار پیٹ اورقتل و غارت کا رواج زور پکڑ گیا۔ عورت کا کردار زیادہ تر بچوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پالنے اور گھر کے کام تک محدود ہو گیا۔ اس کے بعد والے دور میں عورت نے اپنا اثر و رسوخ کھو دیا اور اسی ہی دور میں عورت کو بھی زمین کی طرح ملکیت سمجھا گیا۔ لوگوں میں یہ رجحان زور پکڑ گیا کہ دولت، زمین اور عورت آپ کی ملکیت ہے اور ان کو اپنے قبضے میں رکھو۔[۱] جاگیردارانہ نظام میں عورت کا مکمل طور پر استحصال شروع ہوا۔پھر سرمایہ دارانہ نظام نے عورت کو بے راہ روی کا شکار کر کے مختلف غلط کاموں میں الجھا دیا۔ بطور خاص یورپ اور امریکہ اور پھر چلتے چلتے ایشیاء، افریقہ میں عورت مال و دولت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بن گئی۔ یورپ نے عورت کی آزادی کی جس طرح بنیاد رکھی اور جس طرح عورت کے حقوق کا علمبردار بن گئی اس میں بذاتِ خود عورت کا استحصال ایک نمایاں عنصر ہے۔ عورت کو کسینو، تجارتی مارکیٹوں اور ڈرائنگ روم میں ایک گلدستے کی طرح پیش کرنے کا رواج سب سے پہلے یورپ میں شروع ہوا اور پھر اپنی غیر اخلاقی تہذیب کو ترقی یافتہ ظاہر کرنے کی غرض سے یورپ نے عورتوں کے حقوق کو ایک عالمی مسئلہ بنایا اور اسی مسئلے کی بنیاد پر مختلف قوتوں نے مخصوص مفادات کو حاصل کرنا شروع کیا۔ یعنی عورتوں کے حقوق کے مسئلے پر بھی امریکہ اور مغربی اقوام نے عورت ذات کو دھوکے میں رکھا ہے اور اس کے نام پر اپنے مفادات پورے کر رہے ہیں۔

غلام داری اور جاگیرداری نظام نے عورت کو جو زنجیر پہنائی تھی ان زنجیروں کو سرمایہ داری نے اور بھی پختہ کیا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ طبقاتی اور قبائلی نظام میں اکثریت ان محنت کش اور محنتی خواتین کی ہوتی ہے جن کے مسائل سماج کے دوسرے بالا دست طبقوں کی خواتین سے یکسر مختلف ہوتے ہیں۔[۲]

## پاکستانی معاشرے میں عورت کا کردار

خوش قسمتی سے ہم ایک اسلامی ملک کے رہنے والے ہیں۔ ایک اسلامی اور بطور خاص پاکستانی معاشرے میں عورت وہ ہستی ہے جس کے حساس دل، ٹھنڈے دماغ اور پرجوش زبان نے پرسوز گیتوں کو جنم دیا ہے۔ عورت کی سماجی مقام کے حوالے سے ہماری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شاعری، تاریخ اور مختلف زبانوں کے ادب ہر قدم پر مثالیں اور ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود عورت کی ہستی کی بدنصیبی دیکھیں کہ آج تک ہم نے اس کو اپنا صحیح مقام اور حیثیت نہیں دیا ہے اوپر سے بدنصیبی یہ ہے کہ عورت بذاتِ خود بھی اپنی تخلیقی صلاحیتوں، اپنی شخصیت اور اپنے مقام کو قابل قدر رُخ دینے میں کامیاب نہ بن سکی۔ عمومی طور پر بالادست طبقات سے تعلق رکھنے والی خواتین جن کی اکثریت فیشن، ڈیزائننگ، کاسمیٹکس اور دوسرے معاملات میں دلچسپی رکھتی ہیں ہی خواتین کی حقوق کی علمبردار بنی ہوئی ہیں۔

پسماندہ اور قبائلی سماج میں خواتین کے حقوق کی صورتحال بہت ہی گھمبیر ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں خواتین تہرے استحصال کا شکار ہیں۔ اپنی تمام تر رعنائیوں اور خوبیوں کے باوجود پاکستان جیسے معاشرے میں خواتین کے حوالے سے یہ معیار قائم کیا گیا ہے کہ عورت خواندہ ہو یا ناخواندہ مگر وہ خود غرض نہ ہو، خاموش طبع ہو، برداشت کرنے والی ہو، قابل بھروسہ اور سمجھوتہ کرنے والی ہو اور اس کے ساتھ بغیر تنخواہ کے کام کرنے والے مزدور کی طرح گھر کی دیکھ بھال کرنے والی بھی ہو۔ جس سماج میں عورت کوایک انسان کے طور پر نہیں دیکھا جاتا وہاں اگر عورت کوئی بھی کردار ادا کرنے کیلئے آگے میدان عمل میں آتی ہے تو سماج میں اُسے عجیب وغریب نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔[۳]

پاکستان میں عورت کے حالاتِ زندگی اور سماجی رویے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ پاکستانیوں کی اکثریت خواہ مرد ہو یا عورت یہ سمجھتی ہے کہ تعلیم عورت کے مقابلے میں مرد کیلئے بہت ضروری ہے اسی نقطہ نظر رکھنے والے لوگوں کی تعداد ۶۳ فیصد ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان کے موجودہ پارلیمنٹ، چاروں صوبائی اسمبلیوں، کشمیر اور گلگت بلتستان میں عورتوں کی ایک مناسب نمائندگی موجود ہے مگر ہمارے پسماندہ اور بے حس اندھے سماج کو ملالہ یوسفزے، فاطمہ جناح، بے نظیر بھٹو، بیگم نسیم ولی خان اور بہت ساری ایسی روشنیوں کے مینار نظر نہیں آتے۔ عام طور پر پاکستانی معاشرے میں لوگ عورت کو دوسرے درجے کے شہری سمجھتے ہیں۔ جسکا نقصان ہمیں اس شکل میں ملتا ہے کہ دوسری اقوام کے مقابلے میں ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بحیثیت قوم وہ ترقی نہ کر سکے جسکا خواب قائداعظم، لیاقت علی خان میاں افتخار الدین، عبدالغفار خان، جی، ایم سید، عبدالصمد اچکزے اور غوث بخش بزنجو جیسے ترقی پسند لوگوں نے دیکھا تھا۔ اس ترقی یافتہ دور میں ہم ذہنی طور پر اتنے پسماندہ ہیں کہ ہم عورت کے صحیح مقام کا تعین نہ کر سکے۔ ترقی تو درکنار ہمارے سماجی رویے اور تصورات عورتوں کے حوالے سے انتہائی دقیانوسی ہیں۔[۴]

## پختون سماج اور عورت

پختون سماج بنیادی طور پر قبائلی ساختہ ایک نظام ہے جس کے کچھ مثبت اور منفی پہلو ہیں۔ اس کے اپنے مروجہ طریقے اور رسوم و رواج ہیں۔ پختون تاریخ اور لوک ورثہ عورت کی بہادری، ہمت اور حوصلے اور کامیابی کی داستانوں سے بھری پڑی ہیں۔ بہت سے شعراء، تاریخ دان اور لکھاریوں نے اس نہج پر بہت کام کیا ہے۔ پختون داستان گوئی، تاریخ اور شاعری میں جو مقام عورت کا ملتا ہے بدقسمتی سے ہمیں عملی طور پر اسکا ایک فیصد بھی نظر نہیں آتا۔عورتوں کی حب الوطنی کے بارے میں ایک شاعر یوں گویا ہے:

پہ سپین میدان بہ درسرہ یم
زہ پختنہ د تورو نہ تختم میئنہ

ترجمہ:میدان جنگ میں میں تیرے ساتھ رہونگی، میں پختون عورت ہوں، تلوار سے نہیں ڈرتی۔[۵]

کہ پہ میوند کنبے شھید نہ شوے
خدائیگو لا لیہ بے ننگئ لہ دِ ساتینہ

ترجمہ: اگر میوند کی جنگ میں شہید نہ ہوا تو خدا کی قسم محبوب! تجھے بے غیرتی کی زندگی گزارنے کیلئے زندہ چھوڑ دیا گیا ہے۔[۶]

اسی طرح وطن سے محبت پختون خواتین میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کہ د وطن پہ ننگ شھید شوے
پہ تار ذرلفو بہ کفن در تہ گنڈمہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ترجمہ: اگر تو وطن کے محبت پر شہید ہو جائے تو میں زلفوں کے تار سے تمہارا کفن سیوں گی۔۷

پختون خواتین کی تاریخی کارناموں کو اجاگر کرنے میں محققین نے قابل ذکر کردار ادا کیا ہے۔ سمندر خان سمندر نے پختون لوک داستانوں کو پختنے کے نام سے پشتو زبان میں شائع کر کے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ پروفیسر سید وقار علی شاہ کاکا خیل نے اس کتاب کو اردو میں ترجمہ کر کے پاکستان میں رہنے والے باقی اقوام کو بھی یہ موقع فراہم کیا کہ وہ پختون خواتین کے کارناموں کو پڑھ سکیں۔۸

پروفیسر سید وقار علی شاہ کی ایک اور گراں قدر کاوش *پښتنې ښځې او ملي خدمت* (پختون خواتین اور قومی خدمت) کی اشاعت ہے۔ یہ کتاب یقیناً ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر وقار علی شاہ نے تقسیم ہند کے حوالے سے پختون خواتین کا نقطہ نظر ان کے سیاسی رجحانات اور تعلیمی ترقی پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔۹ اس کے علاوہ محمد شفیع صابر نے بہت تفصیل سے اپنی کتاب *شخصیات سرحد* میں پختون عورتوں کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔۱۰ خواتین ممبران پارلیمان پر بھی تحقیق ہو رہی ہے مختلف یونیورسٹیوں کے مختلف شعبہ جات میں اس حوالے سے جامع تحقیق ایم فل اور پی ایچ ڈی مقالوں کی صورت میں ہو رہی ہیں جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

''پختون تاریخ مردوں کی تاریخ ہے'' اس جملے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عورتوں نے تاریخی حوالے سے کوئی قابلِ ذکر کردار ادا نہیں کیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان کے کارناموں کو سوائے چند کتابوں کے ہمیشہ نظرانداز کیا گیا ہے۔ مشہور پختون لکھاری راج ولی شاہ خٹک لکھتے ہیں کہ ''تاریخ کے ہنگامی ادوار میں عورتوں نے ہمیشہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کیا ہے''۔۱۱ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک پدرسری معاشرے میں عورت کے مقام اور ان کے سیاسی اور سماجی کردار پر بہت کم کام ہوا ہے اسی دور میں پختون عورت کے کردار پر تحقیق کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے پختون خواتین جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتے ہیں اور ترقی کے دور میں اپنے قوم اور وطن عزیز کو آگے لے جانے میں مگن ہیں ہم ان کے کارناموں کی اس طرح عزت افزائی اور حوصلہ افزائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نہیں کرتے جن کے وہ مستحق ہیں۔ مثال کے طور پر نوبل انعام یافتہ ملالہ یوسفزے نہ صرف پختونوں بلکہ پورے پاکستان کیلئے فخر اورعزت کی باعث ہے۔ ان کو ہم نے وہ مقام نہیں دیا جو دینا چاہیے۔ حالانکہ باہر کے ممالک میں ان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔پختون سیاستدانوں، سماجی کارکنان اور عوام نے ملالہ یوسفزے اور تعلیم کیلئے ان کی کاوشوں کو بے جا تنقید کا نشانہ بنانا شروع کیا ہے اوران کی گراں قدر خدمات کو سیاست کی بھینٹ چڑھا کر متنازع کیا ہے۔ اگر ہم اس بات پر غور کریں تو اس میں ہمارا اپنا ہی نقصان ہے۔ ملالہ یوسفزے اس قوم کی بیٹی ہے اور ہمیں ان کے کارناموں پر فخر کرنا چاہیے۔

پختونولی کی روایات میں عورت کی عزت و احترام ہر کسی پر لازم ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ سماج کی سطح پر کچھ منفی پہلو بھی ہیں جو کہ عورت کو کمتر خیالات سے تعبیر کرتے ہیں۔عموماً پختون مرد لفظ عورت بنځه کو کمزوری اور ایک ناتوان چیز کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کے برعکس لفظ مردانگی (سړی توب) کو غیرت، ننگ اور بہادری کے پیرائے میں لیتے ہیں اور اس کو مردوں سے منسوب کرتے ہیں۔ اسی طرح پاکستانی معاشرے میں عورتوں سے متعلقہ کچھ چیزیں مثلاً زلفیں، چوڑیاں، لپ اسٹک، میک اپ بالعموم بے غیرتی کے علامات کے ساتھ جوڑے جاتے ہیں جو کہ عورت کے وجود کے ساتھ سراسر نا انصافی ہے۔ ان سماجی اصلاحات کیلئے ہمیں اپنی ذہنیت اور طور طریقے تبدیل کرنے پڑیں گے۔ اور ہمیں عورت کو صرف ایکSex Symbol کے طورپر نہیں بلکہ ایک انسان کے طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ہمیں عورت کو اپنی ملکیت نہیں بلکہ معاشرے اور خاندان کے ایک باعزت، با وقار، توانا، طاقتور، قابل رکن کے طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔

عورتوں کے مقام کے بارے میں ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ پختون عورت ایسے سماجی تقریبات میں حصہ نہیں لیتی جہاں مرد موجود ہو۔لیکن اپنے اجتماعات میں وہ میراثیوں کی موسیقی پر گاتی اور ناچتی ہے۔لیکن ایسے مواقع انہیں صرف تہواروں پر ملتے ہیں ورنہ وہ صرف گھریلو فرائض جیسے کھانا پکانا، پانی لانا، گھاس اور لکڑی کاٹنا، گائے بھینس کو دوہنا وغیرہ میں ہی مصروف رہتی ہے۔ زیادہ تر کوری اور ان پڑھ ہوتی ہیں اور گفتگو میں اکڑ پن کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مظاہرہ کرتی ہیں۔ بہت جلد بوڑھی ہو جاتی ہیں۔**۱۲**

پختون سماج میں عورت کو تورسری (کالے بالوں والی) کہتے ہیں اور اس کو کمزوری کی علامت سمجھتے ہیں۔ اگر دو قبیلے آپس میں حالت جنگ میں ہو یا دو خاندانوں میں دشمنی ہو تب بھی ایک دوسرے کی عورتوں کی عزت کا خیال رکھتے ہیں ان پر ہاتھ نہیں اٹھاتے اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔ عموماً عورتوں پر ہاتھ اٹھانا، ان کو مارنا اور ان کی بے عزتی کرنا بزدلی کی علامات خیال کیے جاتے ہیں۔

عورتوں کے تقدس اور احترام کے ساتھ جو عِلتیں ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ پختون مرد گھر، خاندان، امورِ رشتہ داری اور معاملات کے اہم فیصلوں کے بارے میں اپنے گھر کی خواتین کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کو بُرا خیال کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے گھر کے خواتین سے متعلقہ فیصلوں کے مکمل اختیارات مردوں کے پاس ہوتے ہیں۔ یہ رواج دیہاتی علاقوں میں بہت عام ہے۔ جو مرد اپنی ماں، بیوی یا بہن کے ساتھ خاندانی امور میں مشاورت کرتا ہے تو سماجی سطح پر لوگ ان کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں اور اکثر اوقات اس کی وجہ سے لوگ ان کو مختلف قسم کے القابات سے نوازتے ہیں۔ جو میاں اپنی بیوی سے اہم معاملات میں مشورہ کرتا ہے ان کو "د بـنځـې غلام" (زن مرید یا بیوی کا غلام) کہتے ہیں۔ آج بھی پختون دیہاتی سماج میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اپنی بیویوں کو بہت کم وقت دیتے ہیں سارا سارا دن گھر سے باہر بیوی اور بچوں سے غافل رہتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی بیوی کے ساتھ سفر کرنے سے کتراتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ ایک گاڑی میں سفر کرنا برا خیال کرتے ہیں۔ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ گاڑی میں آگے والی سیٹ پر بٹھانا بھی پختونولی کے منافی سمجھتے ہیں۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ پختون عورتوں کو برا بھلا کہنے، سرے عام نقصان پہنچانے کو نامردی سے تعبیر کرتے ہیں لیکن سماج کے عمومی رویے، عورتوں کے حقوق (اسلامی اور قانونی اصولوں) کے ساتھ متصادم ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ عورتوں کے تقدس کو پختون اپنا فرض عین سمجھتے ہیں اور تاریخ میں اسکی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جب شیر شاہ سوری نے ۱۵۳۹ میں ہمایوں بادشاہ کو شکست دی تو مغل افواج میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ بادشاہ ہمایوں مشکل سے اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوا۔ اپنا پورا شاہی خیمہ جس میں شاہی خاندان کے خواتین کے ساتھ ہمایوں کی بیوی بھی موجود تھیں پختونوں کے ہاتھ آ گیا۔ شیر شاہ سوری کو جب پتہ چلا تو اس نے مغل خواتین کی حفاظت کیلئے اپنا ایک چاق و چوبند دستہ تعینات کیا اور بعد میں مغل خواتین کو پورے عزت اور احترام کے ساتھ ہمایوں کے پاس بھیج دیا۔ اسی لیے کہ پختون ولی کا تقاضا اور احترام یہی تھا۔[۱۳]

زر اور زمین کی طرح پختون ''زن'' یعنی عورت کے حوالے سے بھی کافی حساس ہوتا ہے۔ زیادہ تر لڑائیاں عورت کے تقدس اور عزت کے نقصان کی وجہ سے شروع ہو جاتی ہیں۔ عورت ایک پختون مرد کی عزت اور ننگ کی علامت ہے۔ اسی لیے پختون سماج میں زر اور زمین کی طرح ان کی وجودی اہمیت اور ان سے متعلقہ غیرت بہت ہی ایک حساس مسئلہ ہوتا ہے۔ قبیلوں اور خاندانوں کے مابین اکثر لڑائیاں عورتوں کی وجہ سے شروع ہو جاتی ہیں۔ ان کے بارے میں راج ولی شاہ خٹک لکھتے ہیں:

> ۱۔ اگر کوئی کسی بیاہی ہوئی عورت کو بھگالے جائے اور صلح کی بات ہو تو تاوان میں ایک قتل کے سات(۷) گُنا تاوان دے گا۔
>
> ۲۔ اگر کوئی مرد اور عورت فعل قبیح یعنی زنا کرتے ہوئے پکڑے جائیں تو ان کی سزا قتل ہے اور اس قتل کا کوئی تاوان نہیں۔
>
> ۳۔ اگر کوئی عورت کسی کے گھر داخل ہو جائے اور گھر کا مالک اس کو اس غرض سے رکھ لے کہ اس پر میرا حق ہے تو اس کی سزا بھی بھگائی ہوئی عورت کی طرح ہی ہے۔
>
> ۴۔ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ دست درازی کرے اور عورت مزاحمت نہ کرے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی مرضی شامل ہے اس صورت میں دونوں کو واجب القتل سمجھا جاتا ہے اور اگر عورت مزاحمت کرے اور شور مچائے اور اعتراض کرے اور پھر اپنے شوہر یا خاندان والوں سے شکایت کرے تو اس صورت میں بدلے کے طور پر اس آدمی کا کان کاٹ دیا جاتا ہے۔ یا پھر اسکو سرِ بازار ننگا کیا جاتا ہے۔ اگر یہ بے حجابی ایسی ہو کہ اس میں مرد کی موت واقع ہو جائے تو پھر قاتل سے آدھا خون بہا لیا جاتا ہے۔[۱۴]

اسی قسم کے واقعات اگر رونما ہو جاتے ہیں تو پھر خاندانوں اور قبائل کے درمیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دشمنیاں شروع ہو جاتی ہیں جو بہت عرصہ تک چلتی رہتی ہیں اور آخر کار جرگوں کے مصالحت سے پھر پختون ولی کے مطابق صلح صفائی کیلئے تگ و دو شروع ہو جاتی ہے۔

پختون ولی کی روایات کے مطابق اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا ہے اور عورت دوسری شادی کی خواہش کا اظہار کرے تو اس پر سب سے پہلے حق اپنے دیور کا ہوتا ہے۔ خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ یا پھر شوہر کے چچازاد بھائی بھی ایک پختون بیوہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ تاریخ میں اس طرح کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً جب با یزید انصاری کی والدہ آمنہ کا پہلا شوہر عبدالرحمان فوت ہوا تو اس کا بھائی عبداللہ اس وقت کا نیگرم (وزیرستان) سے جالندھر پہنچ گیا اور اپنے مرحوم بھائی کی بیوہ یعنی آمنہ کے ساتھ پختون ولی کے رسم کے مطابق نکاح کیا۔ حالانکہ عبداللہ پہلے سے شادی شدہ تھا۔[۱۵]

اگر کسی پختون عورت کے خاوند کا انتقال ہو جاتا ہے اور بیوہ دوسری شادی کیلئے راضی نہ ہو تو وہ اپنی پوری زندگی مرحوم خاوند کے گھر گزارتی ہے۔ خاندان یا قبیلے کے باہر بیوہ کا نکاح کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسی بارے میں یہ تاویل دی جاتی ہے کہ بیوہ قوم اور قبیلے کی عزت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے کوئی دوسرا بندہ جو خاندان اور قبیلے سے باہر ہو یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ بیوہ سے نکاح کرے۔

پختون ولی کی روایات کے مطابق جب ایک عورت والدین کے گھر سے باقاعدہ بیاہ کر کے شوہر کے گھر چلی جاتی ہے تو اس کی عزت اور ناموس کا پاسدار بھی شوہر اور اس کا خاندان بن جاتا ہے۔ لیکن پختون ولی ہی کی روایات میں والدین اور عورت کے بھائی بعض معاملات میں مداخلت کا حق رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر شوہر یا ان کے گھر والے عورت کو بے دردی سے مارے، ان کا خیال نہ رکھیں یا گھریلو ناچاقی کی صورت میں ان کو والدین کے گھر بھیج دیں یا قتل کریں تو عورت کے والدین یا بھائی پورے تاوان لینے کا حق رکھتے ہیں۔ یا پھر انتقام کا جواز بن جاتا ہے۔[۱۶]

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر فوت ہو جائے تو اکثر اوقات ان کے بھائی یا والدین اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ عورت کی میت ان کے حوالے کی جائے اور وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اسے لیکر اپنے گھر میں تین دن تک ماتم کرتے ہیں اور ان کو اپنے آبائی قبرستان میں دفن کرتے ہیں لیکن اگر شوہر اس بات پرراضی نہ ہو تو پھر عورت کے بھائی یا والدین صرف اسی بات پر اکتفاء کر لیتے ہیں کہ تین دن تک اپنے گھر اور حجرے میں ماتم کرتے ہیں۔

پختون ولی نہ صرف ایک قومیتی اصطلاح ہے بلکہ اس کی روایات، رسوم اور رواج ایک منفرد تہذیب کے بنیادی اجزاء سمجھے جاتے ہیں۔ اسکی مثال ایک ثقافت کی سی ہے جس میں معاشرتی زندگی سے متعلق تمام اجزاء کیلئے رسمی قوانین موجود ہیں۔ گو کہ آج کل کے دور میں بہت ساری سماجی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں لیکن اس کے باوجود بہت حد تک پختون سماجی روایات آج بھی عملی طور پر نافذالعمل ہیں۔ لہٰذا ہر پختون خواہ مرد ہو یا عورت جو اپنی سماج اور ثقافت میں بھی زندگی گزارتا ہو اسے ان سماجی قدروں کا پاس رکھنا پڑتا ہے جو پختون ولی میں فرض کا درجہ رکھتے ہیں۔ پریشان خٹک لکھتے ہیں کہ پشتو مردوں کی پگڑی اور عورتوں کا چادر ہے یہ عورتوں کی عفت اور پردہ ہے۔[۱۷]

پختون ولی کے خدوخال پر نظر ڈالی جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ پختون مرد گھر کی چار دیواری کے اندر عورتوں کے حقوق اور عزت کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ تعلیم، صحت، رہن سہن کی سہولیات کی مکمل ذمہ داری مرد کی ہوتی ہے لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ پختون مرد جائیداد میں اپنی عزت، بیٹی یا پھوپھی وغیرہ کو اکثر اوقات اپنے حصے سے محروم رکھتے ہیں۔ اسلامی اصولوں اور آئین پاکستان کے نقطہ نگاہ سے کوئی بھی شخص اپنی بہن یا بیٹی کو اپنے حصے کی جائیداد سے محروم نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر عملی طور پر کوئی عورت اپنے باپ دادا کی جائیداد میں اپنی جائز اور قانونی حصے کا مطالبہ کرے تو اکثر اوقات عورت کے بھائی یا والد ان کا نہ صرف برا مناتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ بول چال ختم کرنے کی دھمکی بھی دیتے ہیں۔ ایک شاعر اس کا مفہوم اس طرح بیان کرتا ہے:

> ترجمہ: اسلام اور مذہب پر اپنا سر قربان کرتے ہیں لیکن جب بات مال اور دولت کی آ جاتی ہے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ حج کرنا اور تبلیغ کرنا ہمیں بہت پسند ہے لیکن جب بہن اپنے حصے کا مطالبہ کرے تو پریشان ہو جاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## سوَره اور پختون ولی

سوَره کی روایت اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ پختون ولی ہے۔ سماج کی سطح پر یہ روایت آج بھی پاکستان اور افغانستان کے مختلف علاقوں میں مستعمل ہے، سوَره مختلف اوقات اور مواقع پر دو فریقوں کے مابین دشمنی ختم کرنے اور صلح صفائی کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ چونکہ پختونولی کے روایات میں جرگہ مختلف طریقوں سے دو خاندان یا قبیلوں میں دشمنی ختم کرنے اور صلح صفائی لانے کیلئے مختلف طریقوں اور چیزوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اسی بنیاد پر سوَره بھی دو خاندانوں کے مابین دشمنی ختم کرنے کیلئے ایک طریقہ ہوتا ہے جو کہ سراسر ایک غیر انسانی اور دقیانوسی روایت ہے۔ باوجود اس کے کہ اس پر دو فریقوں کے مابین دشمنی دوستی میں بدل جاتی ہے لیکن ظلم عورت کی ذات کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ عورت کو ایک جنس کے طور پر استعمال کر کے خاندان کے مردوں کے کرتوتوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ سوَره کے رسم میں عورت کی جنس کو ایک Bargaining Chip (سودے بازی) کے طور پر استعمال کیاجاتا ہے۔ پختون معاشرے میں آج بھی ایسے کیسز میں جب ایک لڑکی اغواء کر لی گئی ہو یا وہ خود کسی کے ساتھ چھپ کر نکل کھڑی ہو اور لڑکے نے اسے رکھ لیا ہو تو ان صورتوں میں یہ لڑکی والدین اور خاندان کی عزت پہ ایک داغ بن جاتا ہے۔ پختون ولی کے مطابق اس کا مداوہ صرف یہی ہے کہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ چاہے ان کا شرعی نکاح ہو گیا ہو یا عرصہ گزرجانے کے بعد وہ صاحب اولاد بھی ہو گئے ہوں۔ اگر لڑکے والے قتل اور خون سے بچنے کیلئے جرگہ کو صلح کیلئے درخواست کریں تو اس کو اپنی بہن یا بیٹی اس کے بدلے میں گھوڑے یا اونٹ پر سوار کر کے لڑکی کے بھائی یا ان کے خاندان کے کسی دوسرے مرد کو دینا پڑے گی۔ اس کو سوَره کا رسم کہتے ہیں۔[۱۸]

پختون قبائلی دور میں جب جرگہ نظام شروع ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ سوَره کا رواج جنم لینے لگا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں عورت کو ایک جنس یا ملکیت کے طور پر استعمال کرنا عام ہو گیا۔ اسی طرح ابتدائی قبائلی دور میں باقاعدہ کوئی حکومت نہیں تھی نہ ہی کوئی قاعدہ اور قانون ہوا کرتا تھا۔ اس دور میں رواج ہی واحد قانون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تھا اور اسی سماجی نظام میں ''سوَرہ'' جرگے کی نظام کا ایک ایکٹ بن گیا۔

جب کوئی بڑا جرم کرتا تو اسے سنگین سزا دینے کیلئے جرگہ ان سے ''سوَرہ'' کا مطالبہ کرتا تھا۔ اسی طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ پختونولی کا باقاعدہ ایک حصہ یا رکن بن گیا۔ یہ رواج تقریباً پاکستان کے سبھی علاقوں میں مختلف اشکال میں موجود ہے۔ اس رواج میں بیچاری لڑکی ذہنی طور پر مفلوج ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو پھر اپنی باقی زندگی دشمن کے گھر بسر کرنی پڑتی ہے ان کے جذبات مجروح کیے جاتے ہیں اور ان کو حقیر نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ سوَرہ اور ونی کی شکل میں ان کے احساسات خاک میں مل جاتے ہیں اور ان کی تمام زندگی استحصال اور تشدد کی نظر ہو جاتی ہے۔ اور آخر کار مکمل طور پر ذہنی اور جسمانی مریضہ بن جاتی ہے۔

اسی طرح قتل کے کیس میں عورت کو بطور سوَرہ صلح کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات سوَرہ کی زندگی بہت اجیرن بن جاتی ہے جس سے دوسرے خاندان والے غلاموں کی طرح کام لیتے ہیں۔ ان کو ظلم اور بربریت کا نشانہ بناتے ہیں مردوں کی غلط حرکات اور قتل و غارت گری کا بدلہ عورت سے ان کی موت تک لیا جاتا ہے۔ سوَرہ کو معاشرتی سطح پر اچھی نظر سے نہیں دیکھ جاتا اور ہر وقت ان کو لعن و طعن کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح وہ پوری زندگی ایک گھٹن کے ماحول میں گزارتی ہیں۔

اصطلاحاً پختون ولی میں شرم بڑا جامع اصطلاح ہے جو ننگ و ناموس، عزت و آبرو، عفت و عصمت، خودداری، وقار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر بدقسمتی سے زیادہ تر اس کا مفہوم عورت کی ذات ہی ہوتی ہے۔ پختون شرم کو اپنی بہن، بیٹی، یا منکوحہ سے منسوب کر لیتے ہیں۔ گویا پختون ولی میں شرم سے مراد عورت کی ذات ہوتی ہے مثلاً منگنی کے بعد لڑکی کو جلدی نہیں بیاہا جا سکتا تو اس حالت میں سب لوگ کہتے ہیں ''دا شرم موکورتہ کے کنۂ'' یعنی اپنی شرم کو اپنے گھر لے آوَ۔ یا کسی کی طرف سے کسی قسم کا تجاوز یا دست درازی کے باعث بدنامی ہو گئی ہو تو اس کا مداوہ عورت کے کیس میں بہت شدید اور متشدد ہوتا ہے۔ [۱۹]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



## حاصل کلام

باوجود اس مادی ترقی کے حقیقت یہ ہے کہ پختون ولی مردوں کا بنایا ہوا ایک ایسا طرز حیات ہے جس کے تقدس، پاس اور تشریح صرف مرد اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے اور اس میں عورت کا کردار صرف اس حد تک ہے کہ وہ بلا چوں و چراں اپنی تشریح کردہ کردار کو نبھائے اور اپنی حدود و قیود کو پختون ولی کے پیرائے میں سمجھنے کا بھرپور اور عملی مظاہرہ کرے۔ عورت اس تناظر میں غیرت اور ننگ کو سمجھنے کی کوشش کرے جسکا تعین پختون ولی کرتا ہے۔

پختون ولی اگر ایک طرف بہادری، قوت اور شجاعت کا نام ہے تو اس میں دوسری طرف برداشت اور حوصلہ بھی ہے۔ یہ عورت کی ستر پوشی، پردہ اور حیا بھی ہے۔ لیکن کچھ معاملات میں اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔ پختون بزرگوں اور اسلامی تعلیمات اور آئین پاکستان نے عورتوں کے جو حقوق متعین کیے ہیں وہ آج کل عملی طور پر نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے ذہن سازی کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ کوئی بھی ثقافت ثبات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ خواتین کو اپنی ثقافتی اور مذہبی پیرائے میں حقوق دینے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مغرب کی طرح بے مہار آزادی دی جائے بلکہ ان میں احساس ذمہ داری کے ساتھ ساتھ اپنے مذہبی، ثقافتی ورثے کو پرکھنا بھی نہایت آسان ہو جائے گا اور وہ سہل طریقے سے اس پر عمل کرنے کے اور بھی قابل ہو جائیں گے۔ عورت کو تعلیم دینے سے معاشرے میں باکمال اور مثبت تبدیلیاں رونما ہو جائیں گی اور عورت کو معاشرتی ذمہ داری کا احساس بھی ہو جائے گا اور پھر وہ مردوں کے شانہ بشانہ اپنے وطن کی ترقی اور عروج میں اپنا کردار احسن طریقے سے نبھائے گی۔ یہ ہمارے مردوں اور خاص طور پر بزرگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کی حوصلہ افزائی کریں۔ ان کو ٹرانسپورٹ کی سہولیات مہیا کریں اور ان کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کریں۔ لڑکیوں کے سکول اور کالجوں کے سامنے تنگ کرنے کیلئے لڑکوں اور نوجوانوں کا رش ہمارے ضمیر پر طمانچہ ہے۔ ہمیں اس بات پر سنجیدہ سوچنا چاہیے۔ اور اپنے چھوٹوں کو سمجھانا چاہیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



# حوالہ جات


۱۔ ڈاکٹر سردار جمال، *عورت، مسائل اور حل*، (صوابی: گل زمان پریس، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۹۔

۲۔ روزنامہ *مشرق*، پشاور، مڈ ویک ایڈیشن، یکم اگست، ۲۰۱۸ء،ص۵۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ محمد افضل رضا، *پشتو لوک ادب* (اسلام آباد: اکادمی ادبیات،۱۹۸۹ء) ص ۲۴۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ ایضاًص۲۲۔

۸۔ سمندر خان سمندر، *پنیتے*، اردو ترجمہ سید وقار علی شاہ کاکا خیل (اسلام آباد: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائداعظم یونیورسٹی، ۲۰۱۴ء)

۹۔ سید وقار علی شاہ، *پنبتنے، بنځے او دقام خدمت* (پشتو)، پشاور: باچا خان ریسرچ سنٹر، ۲۰۱۲ء۔

۱۰۔ محمد شفیع صابر، *شخصیات سرحد* (پشاور:یونیورسٹی بک ایجنسی)

۱۱۔ راج ولی شاہ خٹک، *پشتون ولی* (اسلام آباد: لوک ورثہ ۲۰۰۸ء) ص۸۷۔

۱۲۔ میجر آر۔ٹی۔آئی۔رجوے، *پشتون ولی*، ترجمہ: انور رومان (کوئٹہ: مسٹر ریپرنٹس، ۱۹۸۶ء)ص ۵۳۔

13- Himayatullah Yaqubi, *Mughal Afghan Relations in South Asia: History and Developments* (Islamabad: NIHCR, 2015)

۱۴۔ راج ولی شاہ خٹک، *پشتون ولی*، ص ۱۰۴۔

15- Yaqubi, *Mughal Afghan Relations in South Asia,* p. 170.

۱۶۔ خٹک، *پشتون ولی*، ص ۱۰۶۔

۱۷۔ ایضاًص۱۱۔

۱۸۔ پشتون نامہ۔

۱۹۔ جمال،*عورت، مسائل اور حل*، ص ۵۰۔


© rasailojaraid.com